Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Concept of Revelation and Prophethood in the Book of Exodus: A Comparative Study in Light of the Holy Qur'an

توریت کی کتاب خروج میں تصور وحی ونبوت: قرآن حکیم کی روشنی میں تقابلی مطالعہ

Dr. Muhammad Tayyab Usmani
Incharge: Department of Islamic & Arabic Thought, Baba Guru Nanak University, Nankana Sahib
tayyab.usmani@bgnu.edu.pk

Abstract:

A prominent discourse advanced by Christian missionaries, Jewish rabbinic scholars, and specially 19th- and 20th-century Orientalists posits that Islam lacks an independent divine origin, claiming instead that it is an eclectic derivation from preexisting Judeo-Christian traditions available in the socio-religious environment of Late Antique Arabia. This paper subjects that borrowing hypothesis to rigorous textual and theological scrutiny through a comparative analysis of primary scriptures, focusing on the foundational concepts of Revelation (Waḥy) and Prophethood (Nubuwwah). Because the Book of Exodus (Sefer Shemot) serves as the legal and theological core of the Hebrew Bible—housing the Decalogue, the Covenant, and the Mosaic paradigm—it constitutes the definitive text for such an investigation. Through critical textual examination, this study demonstrates profound, irreconcilable theological divergencies between the two corpuses. The Book of Exodus frequently portrays revelation through material theophanies, localized apparitions (e.g., the burning bush, pillars of cloud and fire), and attributes serious moral and theological shortcomings to prophetic figures depicting Moses (Mūsā) as hesitant, impatient, and violent, and Aaron (Hārūn) as complicit in the Golden Calf idolatry. In sharp contrast, the Qur'an presents a transcendent, de-anthropomorphized model of revelation rooted in absolute divine transcendence (Tanzīh) and systematically exonerates the prophets through the doctrine of prophetic impeccability ('Iṣmat al-Anbiyā'). By contextualizing the Qur'anic discourse as a corrective critique (Muhaymin) rather than a derivative reproduction, this paper refutes the claim of environmental borrowing and illustrates the theological distinctiveness and internal autonomy of the Qur'anic narrative.

Keywords: *Revelation (Waḥy), Prophethood (Nubuwwah), Book of Exodus, Qur'anic Critique, Biblical Criticism, Orientalism, Prophetic Infallibility ('Iṣmat al-Anbiyā').*

** تمہید / مقدمہ **

علمِ تقابلِ ادیان اور مستشرقانہ فکر کی تاریخ میں یہ دعویٰ ایک طویل عرصے سے زیرِ بحث رہا ہے کہ اسلام کا تشریعی اور عقائدی ڈھانچہ ماقبل کے سامی ادیان بالخصوص یہودیت و مسیحیت سے تاریخی وماحولیاتی اخذ واستفادہ کا مرہونِ منت ہے۔ مستشرقین، مسیحی منصرین اور یہودی اہل علم نے یہ استدلال قائم کرنے کی کوشش کی کہ جزیرہ نمائے عرب کے گرد و پیش میں موجود مذہبی روایات، زبانی قصص اور تحریری نصوص ہی اسلام کے بنیادی عقائد و احکام کا اصل ماخذ بنے۔ اس مفروضے کی حقانیت یا بطلان کو پرکھنے کا سب سے بنیادی اور علمی طریقہ یہ ہے کہ خود دونوں ادیان کے اساسی اور اولین نصوص کا غیر جانبدارانہ اور دقیق تقابل کیا جائے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ آیا اسلامی بیانات محض ماقبل روایات کی بازگشت ہیں یا وہ اپنی جوہری ساخت، کلامی منہاج اور الٰہیاتی تشخص میں یکسر منفرد اور مہیمنانہ مقام رکھتے ہیں۔ بائبل کے مجموعۂ کتب میں کتابِ خروج کو ایک بنیادی اور مرکزی تشریعی حیثیت حاصل ہے، یہ وہ کتاب ہے جس پر پورے یہودی مذہب کے فقہی، تاریخی اور ایمانی ڈھانچے کی بنیاد

استوار ہے۔ جس میں میثاقِ بنی اسرائیل، احکامِ عشرہ اور شریعتِ موسوی کے بنیادی احکام مذکور ہیں۔ دینیاتِ ادیانِ سماویہ میں "وحی" اور "نبوت" دو ایسے اساسی ارکان ہیں جن پر شریعت کی عمارت قائم ہوتی ہے۔۔ زیرِ نظر مقالے کا مقصد کتابِ خروج کے نصوص کا قرآنِ مجید کے بیانات کی روشنی میں ایک تفصیلی اور ناقدانہ جائزہ پیش کرنا ہے تاکہ استشراقی اخذ و سرقہ کے نظریے کی علمی بنیادوں پر جانچ کی جا سکے اور قرآنی منہاجِ وحی و نبوت کی کلامی خود مختاری واضح ہو سکے۔

اخذ کے اساسی دعاوی:

انیسویں صدی میں کتبِ مقدسہ و یہودی ذرائع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخذ و استفادہ کے مشہور داعی ابراہام گائیگر کا کہنا ہے:۔

"Thus Muhammad had ample opportunity of becoming acquainted with Judaism. That his knowledge thereof was not obtained from the Scriptures is clear, from the matter actually adopted, since there are mistakes, which cannot be regarded as intentional alterations, and which would certainly have been avoided by anyone who had the very slightest acquaintance with the sources. It is evident also from the low level of culture to which Muhammad himself and the Jews of his time and country had attained. The contempt in which the compilers of the Talmud held the Arabian Jews, in spite of their political power, can be attributed only to the ignorance of the latter."

مشہور مستشرق ڈی ایس مارگولیتھ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ قرآن وحی نہیں ہے اپنی طرف سے ایک ایسا نظریہ ایجاد کرتے ہیں جو دیگر مستشرقین کے ہاں نایاب ہے۔ مارگولیتھ لکھتے ہیں کہ مسلمان کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھے لکھے نہ تھے تو یہ ہمیں قبول ہے مگر پھر یا تو کسی نے ان کو قرآنی مضامین سکھائے ہوں گے یا یہودیوں اور عیسائیوں سے یہ کہانیاں سنی ہونگی۔ ان مزعوم خیالات کو سجا کر مارگولیتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استاد مقرر کرتا ہے اور وحی الٰہی کو اُسی استاد کے مرہونِ منت سمجھتا ہے اور یہ استاد اُن کو ورقہ بن نوفل کی صورت میں ملتا ہے:۔

" Warkah son of Naufal, cousin of khadijah,is likely to have had much to do with the biginnings of Islam. He is credited with having translated the Gospel or part of one, into Arabic; it was probably the Gospel of Nativity and was afterwards useful to the prophet.1

ورقہ بن نوفل سے استفادہ کے بعد مارگولیتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسفار پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ذہین اور اخّاذ دماغ کا مالک قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ کہ وہ یہودی رھبان و عیسائی احبار کے ملاقات کے بعد مذہبی گفتگو کو یاد کرنے کے بعد میں وحی کے طور پر پیش کرتے:۔

" Muhammad learnt from jewish traveliers and others he met, and this accounts for the Jewish tones heard inparts of the Quran... afterwards acontained a number of phrases which his entimate associates at Maccah did not understand."2

اس سے قبل چونکہ مارگولیتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "اُمّی" تسلیم کر چکا ہے، لہٰذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کی قوت حافظہ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

" Hw was man of such astutencess that nothing that he heard or saw escaped him"3

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ:۔

" He was highly intelligent person with a brilliant receptive memory who, even when passing two Jews, jabra and yasar reading their scriptures, is able to pick up a few stories and incorporate them into his Quran. Biblical similarities in the Qur'an were .... Likely to have been all picked up by listing when services or bible readings were going on."4

اس خاکے کو مکمل کرنے کے بعد مصنف موصوف نماز کے ارکان کو یہودی وعیسائی عبادات سے ماخوذ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

" Qiyam is Jewish, sajud is christian and the julus a combination of both. The teaching of ritual purification brfore prayer existed in South Arabian Communities long brfore Muhammad. Neverthless, Muslim salah Possesses the character of a military drill."5

فرانسیسی مستشرق ایس ڈی گوٹین قرآن کریم کو یہودی و عیسائی مواد قرار دے کر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اسلام یہودیت کا گوشت پوست ہے:

" Islam, however, is from the very flesh and bone of Judaism."6

مستشرق لیڈن پی ہیریز اپنی کتاب(Islam in west Africa) میں لکھتا ہے:

"Muhammad himself borrowed from the Bible, and Muslim today consciously or not, borrow much from the Christian ideology even in matters which Quran does not support."7

ان دعاوی کی روشنی میں وحی و نبوت کے تصور کو دونوں کتب کی نصوص کا تقابل ضروری ہے تاکہ استشراقی تصورِ اخذ واستفادہ اور بین المتنیت کی استنادیت کا فیصلہ ہوسکے۔

مبحثِ اول: تصور وحی قرآن اور کتابِ خروج میں:

وحی کا مفہوم:۔

مسیحی فاضلین کے ہاں وحی کا لفظ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایف ایس خیر اللہ قاموس الکتاب لکھتے ہیں:۔

"اس کے معنی ہیں مکاشفہ، مخفی ایما، اشارہ، وہ بات جو خدا دل میں ڈالے۔ عام استعمال میں وحی القا اور الہام ہم معنی الفاظ ہیں، تاہم بطور اصطلاح ان میں تمیز کی گئی ہے۔ وحی کا استعمال انبیاء کے لیے مخصوص ہے۔ الہام کو اولیاء اور بندگانِ خدا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور القاء نسبتاً عام ہے۔"[8]

مگر عہد عتیق کے مفسرین کے ہاں وحی سے مراد وہ جواہر اور بیش قیمت موتی ہیں جنہیں خداوند نے انسان کو عطا کیا ہے۔[9] اردو میں وحی کے لیے مسیحیوں کے ہاں مکاشفہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اُنکے ہاں وحی کے مفاہیم کو ہی مکاشفہ کے مفاہیم کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مسیحی عالم وکلف اے سنگھ رقمطراز ہیں:۔

"مکاشفہ کا عام مطلب انکشاف، اسرار، کرامات یا رازوں کو ظاہر کرنا ہے۔ انگریزی میں اس کا مترادف لفظ "Revelation" ہے۔"[10]

خداوند تک رسائی انسان کے بس کی بات نہیں ہے اسی لیے خداوند نے مکاشفہ کو اپنی پہچان اور اپنے آپکو ظاہر کرنے کے استعمال کیا۔ وکلف اے سنگھ لکھتے ہیں:۔

"چونکہ اللہ تعالیٰ ایک بعید الفہم ہستی ہے جو اپنی ذات کے پوشیدہ گھراؤ میں وجود رکھتا ہے "وہ اس نور میں رہتا ہے جس تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکتی "(انجیل جلیل ا۔ تیمھیس ۶:۱۶)اس لیے انسان اس کو جان نہیں سکتا۔ اب چونکہ انسان از خود کسی طریقے سے بھی اپنے خالق کو نہیں جان سکتا۔ اس لیے اس نے خود ہی اپنے آپ کو ظاہر کیا۔"[11]

عہدِ عتیق میں وحی کی اقسام:

وحی کی اقسام کو بیان کرنے سے قبل وحی کی اقسام پر ایک طائرانہ نظر کی ازحد ضرورت ہے تاکہ اسی پر مبنی انواع کی تفہیم ممکن ہوسکے۔ خداوند نے اپنے آپ کو دو طریقوں سے ظاہر کیا۔

1-عام مکاشفہ:

عام مکاشفہ انسان پر لفظی طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس وہ عجائبات فطرت، تاریخی واقعات، انسانی ضمیر کی آواز اور حق تعالیٰ کی پروردگاری سے خود بخود ظاہر ہونے لگتا ہے۔

2-خاص مکاشفہ:

یہ ایک ایسا مکاشفہ ہے جس میں الفاظ وواقعات ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ واقعات الفاظ کے ذریعہ بیان کئے جاتے ہیں اور الفاظ وواقعات کو مکمل شکل دیتے ہیں۔"[12]

سفر خروج کی روشنی میں وحی کی اقسام:

1-براہِ راست کلام:

خداوند تعالیٰ نے جنابِ موسیٰؑ سے تورات کے متعدد مقام پر گفتگو ہے۔کتابِ خروج میں بہت سارے مقامات پر خداموسیٰؑ سے ہم کلام ہوا۔پہلی مرتبہ آگ کے شعلوں کی صورت میں گفتگو ہوئی، مذکور ہے:۔

"تو خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارااور کہااے موسیٰ!اے موسیٰ!اس نے کہامیں حاضر ہوں تب اس نے کہاادھر پاس مت آ،اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس ہے زمیں ہے پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابرہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں۔"[13]

دوسر مقام پر براہ راست ملاقات کے بارے میں ذکر ہے:۔

"اور خداوند نے مدیان میں موسیٰ سے کہا کہ مصر کو لوٹ جا کیونکہ وہ سب جو تیری جان کے خواہاں تھے، مر گئے۔"[14]

تیسرے مقام پر براہ راست کلام کے بارے میں تذکرہ ہے:۔

"تب خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ اب تو دیکھے گا کہ میں فرعون کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔تب وہ زور آور ہاتھ کے سبب سے ان کو جانے دے گا اور زور آور ہاتھ ہی کے سبب سے وہ ان کو اپنے ملک سے نکال دے گا۔"[15]

"پھر خداوند نے موسیٰ کو فرمایا کہ جاکر مصر کے بادشاہ فرعون سے کہہ کہ بنی اسرائیل کو اپنے ملک میں سے جانے دے۔"[16]

پانچویں مقام پر اس کے بارے میں ہے:۔

"اور جب موسیٰ خیمہ کے اندر چلا جاتا تو ابر کا ستون اتر کر خیمہ کے دروازہ پر ٹھہر ارہتا اور خداوند موسیٰ سے باتیں کرنے لگتا۔"[17]

2-فرشتے کے ذریعے وحی:

کتاب خروج میں واقعہ خروج کے تذکرہ میں فرشتہ کا تذکرہ ہے کہ جس نے راستے کی رہنمائی کی اور خداوند نے اس میں اپنا نام ڈال دیا تھا، بیان ہے:۔

"دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے آگے بھیجتا ہوں کہ راستہ میں تیرا نگہبان ہو اور تجھے اس جگہ پہنچادے جسے میں نے تیار کیا ہے تم اس کے آگے ہوشیار رہنا اور اس کی بات ماننا۔اسے ناراض نہ کرنا کیونکہ وہ تمہاری خطا نہیں بخشے گا اس لیے کہ میرا نام اس میں رہتا ہے۔"[18]

3-اللہ کا کلام آگ میں سے سنائی دینا:

کتاب خروج بتاتی ہے کہ موسیٰؑ پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے پہلی وحی اسی صورت میں ہوئی، ذکر ہے:۔

"اور خداوند کا فرشتہ ایک جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں سے اس پر ظاہر ہوا۔اس نے نگاہ کی اور کی دیکھتا ہے کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے پر وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوتی۔۔تب موسیٰ نے کہا میں اب ذرا ادھر کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ جھاڑی کیوں نہیں جل جاتی، جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو کترا کر آرہا ہے تو خدا نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰ!اے موسیٰ!"[19]

4-اللہ کا کلام بادل میں سے سنائی دینا:

کتاب خروج میں ذکر ہے کہ بسا اوقات وحی اس صورت میں نازل ہوتی کہ خداوند کی آواز بادلوں کے اندر سے آتی ہے۔مثلاً:

"اور جب ہارون بنی اسرائیل کی جماعت سے یہ باتیں کہہ رہا تھا تو انہوں نے بیابان کی طرف نظر کی اور ان کا خداوند کا جلال بادل میں دکھائی دیا خداوند نے موسیٰ سے کہا۔"[20]

اسی بارے میں دوسرے مقام پر ہے کہ:

"اور جب موسیٰ خیمہ کے اندر چلا جاتا تو ابر کا ستون اتر کر خیمہ کے دروازہ پر ٹھہرا رہتا اور خداوند موسیٰ سے باتیں کرنے لگتا۔"[21]

تیسرے مقام پر ہے کہ:

"تب خداوند ابر میں ہو کر اترا اور اس کے ساتھ وہاں کھڑے ہو کر خداوند کے نام کا اعلان کیا۔"[22]

چوتھے مقام پر ذکر ہے:۔

"اور خداوند نے موسی سے کہا کہ دیکھ میں کالے بادل میں اس لیے تیرے پاس آتا ہوں کہ جب میں تجھ سے باتیں کروں تو یہ لوگ سنیں اور تیرا یقین کریں۔"[23]

پانچویں مقام پر ہے:

"تب موسی پہاڑ کے اوپر گیا اور پہاڑ پر گھٹا چھاگئی ہ اور خداوند کا جلال کوہ سینا پر آکر ٹھہرا اور چھ دن گھٹا اس پر چھائی رہی اور ساتویں دن اس نے گھٹا میں سے موسی کو بلایا۔"[24]

5- دھویں اور شعلے میں کلام خداوندی کا سنائی دینا:

کتاب خروج میں ذکر ہے کہ خداوند کوہ سینا پر آیا اور پہاڑ دھویں سے بھر گیا اور خدا شعلے میں ہو کر آیا اور موسیٰ سے کلام کیا:۔

"جب تیسرا دن آیا تو صبح ہوتے ہی بادل گرجنے لگے اور بجلی چمکنے لگی اور پہاڑ پر کالی گھٹا چھاگئی اور قرنا کی آواز بہت بلند ہوئی اور سب لوگ ڈیروں میں کانپ گئے۔ اور موسی لوگوں کو خیمہ گاہ سے باہر لایا کہ خدا سے ملائے اور وہ پہاڑ سے نیچے آکھڑے ہوئے۔ اور کوہ سینا اوپر سے نیچے تک دھوئیں سے بھر گیا کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو در اس پر اترا اور دھواں بھٹی کے دھویں کی طرح اوپر اٹھ رہا تھا اور وہ سارا زور زور سے ہل رہا تھا۔ اور جب قرنا کی آواز نہایت ہی بلند ہوتی گئی تو موسی بولنے لگا اور خدا نے آواز کے ذریعہ سے اسے جواب دیا اور خداوند کوہ سینا کی چوٹی پر اترا اور خداوند نے پہاڑ کی چوٹی موسی کو بلایا۔ سو موسی اوپر چڑھ گیا۔"[25]

قرآن حکیم اور تورات کے تصور وحی میں واضح بُعد اور فرق موجود ہے۔

کتابِ خروج کے تصورِ وحی کے بارے میں قرآن حکیم کا محاکمہ:۔

تورات میں موجود وحی کے تصور سے مراد ایسا اعلان جو کہ ظہور پر محمول ہے جبکہ اعلام ایسی خبروں پر محمول ہوتا ہے جو کہ مخفی ہو، پس اعلان سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موحی یعنی وحی کرنے والے موحیٰ لہ یعنی جن رسولوں پر وحی کی جارہی ہے ان پر ظاہر ہو کر اپنا پیغام پہنچائے، جبکہ اعلام میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ مخبر ظاہر ہو کر خبر دے۔ یہی اعلام ہی ذات خداوندی کے لائق شان ہے۔[26]

قرآن حکیم میں وحی کے مختلف طرق ذکر کیے گئے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالی ہے:۔

" وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۗ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ"[27]

اس آیت میں صراحت ہے کہ یہ کتابِ ہدایت و فرقان میں مذکورہ طریقے فقط نبی آخر الزمان ﷺ کے ساتھ منسوب نہیں ہیں بلکہ ہر وہ بندہ جس کی طرف اللہ کی جانب سے وحی ہوئی وہ نبی اور رسول بن گیا۔ جبکہ یہودی و مسیحی مذہبی ادب اور آراء وافکار کی روشنی وحی خداوندی سے موصوف ہونے کے لئے نبی یا رسول ہونا لازمی نہیں۔ اسلام اور یہودیت و عیسائیت کے تصور وحی میں اس فرق کے بارے خود مسیحی مفکر و فاضل ایف ایس خیر اللہ لکھتے ہیں:۔

"وحی کا استعمال انبیاء کے لیے مخصوص ہے۔ الہام کو اولیاء اور بندگان خدا کے لیے استعمال کرتے ہیں اور القاء نسبتاً عام ہے۔"[28]

مزید اسی صفحہ پر اسلامی اور مسیحی نقطہ کے فرق کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی ہے کہ مسیحی نظریہ الہام اسلام کے نظریہ الہام سے مختلف ہے۔"[29]

وحی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کے بارے میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ:۔

"یہ آسمان سے نازل ہوتی ہے اور یقینی اور قطعی علم پر مشتمل ہوتی ہے۔ وحی علم کا ایسا غیبی ذریعہ ہے جو کسی غیر نبی کو میسر نہیں۔"[30]

وحی کے ضروری نہیں کہ بوقتِ وحی خدا تعالی دکھائی دے کیونکہ کوئی انسان اُسے دیکھ نہیں سکتا، ارشاد ربانی ہے:۔

" لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ"[31]

وحی صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

" وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۗ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ"[32]

وحی الٰہی کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعے دلوں کے اندھیروں کو اُجالے سے بدل ڈالے اور کفر و شرک کی ظلمتوں اور گمراہی کی تاریکیوں کو نورِ ایمان میں تبدیل کر دے، ارشادِ باری جلّ جلالہ ہے:۔

"هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"[33]

مبحثِ دوم: کتابِ خروج کا تصورِ نبوت:

نبوت کا مفہوم:

مسیحی اور یہودیوں کے ہاں خاص نبوت کا تصور ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف جوڈازم کا مقالہ نگار لکھتا ہے:۔

"In Judaism, prophcy is not merely telling the future. Rather, a prophet is someone who is called by god to deliver a message to the Jewish people, generally warning them against faithlessness, corruption or injustice."[34]

ان انبیاء کی تعیین خداوند تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے، ایف ایس خیر اللہ لکھتے ہیں:۔

"کسی کو نبی کے منصب پر فائز کرنا خدا کا کام ہے۔"[35]

مزید لکھتے ہیں:

"بنیادی طور پر نبی خدا کے کلام کا حامل شخص تھا۔"[36]

مسیحی نبی کی اقسام کے قائل ہیں کہ نبی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو معیاری ہوں اور خداوند کی تعلیمات اور مستقبل کی پیشگوئی کرتے ہوں جبکہ دوسرے وہ جو جھوٹے ہوں۔[37]

سفر خروج میں نبی کے بارے میں تصوراتی نکات مندرجہ ذیل ہیں:

1. **نبی کے نسب میں نقص:**

کتابِ خروج بتاتی ہے کہ موسیٰ کے والد نے اپنی پھوپھی سے شادی کی، مذکور ہے:۔

"اور عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا۔ اُس عورت کے اُس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے۔"[38]

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی ناقص نسب سے بھی ہو سکتا ہے۔

2. **خدائی حکم اور نبی کا پس و پیش کرنا:**

کتابِ خروج میں مذکور ہے کہ جنابِ موسیٰ کو جب خداوند نے رسالت سے سرفراز کیا تو موسیٰ نے اس خدائی حکم کے قبول نہ کیا اور پس و پیش کرتے رہے ہیں خداوند کے حکم کے بارے میں لکھا ہے:

"سو اب آ تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ میری قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے۔ موسیٰ نے خدا سے کہا میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں۔"[39]

دوسرے مقام پر ہے کہ:

"تب اس نے کہا کہ اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج "[40]

مفسر بائیبل ولیم میکڈونلڈ لکھتے ہیں:

"چونکہ موسیٰ نے خدا کا بہترین منصوبہ قبول نہ کیا اس لیے اُسے بعد میں دوسرے درجے کا حل قبول کرنا پڑا یعنی ہارون اس کا نمائندہ مقرر ہوا۔"[41]

3. **نبی کا خدا کے حکم سے کفر کرنا:**

کتابِ خروج میں مذکور ہے کہ:۔

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے گویا خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہو گا۔"[42]

پوری کتابِ خروج میں موسیٰ اپنے بھائی کو حکم دیتے رہے اور وہ اُنکے حکم کی تعمیل کرتے رہے۔

4. نبی کا خدا پر الزام:

خروج میں مذکور ہے:

"تب موسی خداوند کے پاس لوٹ کر گیا اور کہا کہ اے خداوند تو نے ان لوگوں کو کیوں دکھ میں ڈالا اور مجھے کیوں بھیجا۔"[43]

5. نبی نے جانتے بوجھتے ہوئے قبطی کا قتل کیا:

خروج میں لکھا ہے:۔

"پھر اس نے ادھر ادھر نگاہ کی اور جب دیکھا کہ وہاں کوئی دوسرا آدمی نہیں ہے تو اس مصری کو جان سے مار کر اسے ریت میں چھپا دیا۔"[44]

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جناب موسی علیہ السلام نے جان بوجھ کر قتل کیا ہو۔

6. نبی شریعت کی بے حرمتی کی:

کتابِ خروج میں مذکور ہے:۔

"تب موسیٰ کا غضب بھڑکا اور اُس نے اُن لوحوں کو اپنے ہاتھوں سے پٹک دیا اور پہاڑ کے نیچے توڑ دیا۔"[45]

7. نبی کا اپنی امت سے ڈرنا:

خروج میں لکھا ہے:

"موسی نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ میں ان لوگوں سے کیا کروں؟ وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں۔"[46]

8. نبی کا بے ادب لہجہ:

عربی بائبل کی کتابِ خروج میں لکھا ہے کہ:۔

"فصرخ الی الرب قائلاً: ماذا افعل بهذا الشعب؟ بعد قليل يرجمونی"[47]

ترجمہ: پس وہ رب سے یہ کہتا ہوا چلّایا کہ میں ان لوگوں کا کیا کروں؟ ابھی تھوڑی دیر میں وہ مجھے سنگسار کرینگے۔

دوسرے مقام پر ہے:۔

"فصرخ ال الرب۔ فاراه الرب شجرة فطرحها فی الماء فصار الماء عذبا۔ هناک وضع له فريضة وحكما، و هناک امتحنة"[48]

یہاں بھی "**فصرخ**" کا ترجمہ چِلّانے کا ہے مگر پروٹسنٹ اور کیتھولک اُردو بائبل میں اس لفظ کا ترجمہ مہذب الفاظ یوں "فریاد کی" کر دیا گیا ہے۔

9. نبی نے بت بنایا اور اُس کی عبادت کی:

کتاب خروج ذکر کرتی ہے کو جناب ہارون علیہ السلام نے لوگوں کی ضد کی وجہ سے بچھڑا بنایا اور دوسروں کے ساتھ سجدہ کیا، لکھا ہے:۔

"اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ اور جب ہارون نے دیکھا۔ تو اپس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور ہارون نے منادی کر کے کہا کہ کل خداوند کے لئے عید ہے۔ اور وہ لوگ اگلے دن سویرے اُٹھے اور سوختنی قربانیاں چڑھائیں"[49]

10. عورت کا نبیہ ہونا:

کتابِ خروج کی آیات اس تصور کو واضح کرتی ہیں کہ عورت بھی نبیہ ہو سکتی ہے:۔

"تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دفّ ہاتھ میں لیا اور سب عورتیں دفّ لئے ناچتی ہوئی اُسکے پیچھے چلیں۔ مریم انکے گانے کے جواب میں یہ گاتی تھی:۔

خداوند کی حمد و ثنا گاؤ

کیونکہ وہ جلال کے ساتھ فتحمند ہوا ہے۔"[50]

کتابِ خروج کے تصورِ نبی کے بارے میں قرآن حکیم کا محاکمہ:۔

کتابِ خروج میں انبیائے بنی اسرائیل جناب موسیٰ وہارون علیہم السلام کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں انبیاءؑ کا ایسا تعارف ہے کہ جس سے انبیاء لایعنی صفات اور کبائر سے متصف نظر آتے ہیں۔ اِن انبیاء پر ایسے رقیق الزامات لگائے کہ جن کا مطالعہ ذوقِ سلیم پر بھاری گزرتا ہے۔ اِس قسم کی فضول ولایعنی باتیں پڑھ کر ایک ادنی علم رکھنے والا شخص تو کیا بلکہ جاہل انسان اِنہیں سُن لیں تو وہ اِس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ عبارتیں خداوندِ قدوس وجبروت کی کہی ہوئی نہیں ہیں، بلکہ یہ خود یہود کی اختراعات ہیں۔ ذیل میں پہلے رسول کا قرآنی تعارف پیش کیا جائے گا پھر اُن مذکورہ صفاتِ رذیلہ کا قرآن حکیم کی روشنی میں انبیاء کے اِن صفات سے مبراء ہونے کے دلائل دیے جائیں گے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں رسول کا تعارف:

1. قرآنِ حکیم کا موٴقف ہے کہ اللہ نے خود چُنا ہے اور اُنہیں لوگوں میں سے چنیدہ شمار کیا گیا ہے، ارشاد ہے:۔

"اَللّٰہُ یَصۡطَفِیۡ مِنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ"[51]

2. رسول من جانبِ خدا ہدایت یافتہ ہوتا ہے، ارشاد ہے:۔

"وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ ؕ کُلًّا هَدَیۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَیۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیۡمٰنَ وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡسُفَ وَمُوۡسٰی وَهٰرُوۡنَ ؕ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ"[52]

3. رسول وقت کی بہترین شخصیت ہوتا ہے، ارشاد ہے:۔

" اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَۃٍ ذِکۡرَی الدَّارِ ۔ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَیۡنَ الۡاَخۡیَارِ"[53]

4. رسول کی زندگی لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہوا کرتی ہے، ارشاد ہے:۔

" لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡهِمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ"[54]

5. رسول لوگوں میں سے صالح اللہ کے تابعدار اور امت کا رہنما ہوا کرتا ہے، ارشاد ہے:۔

" وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّۃً یَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ"[55]

6. رسول کی جانب وحی اعمالِ خیر کی جاتی ہے، ارشاد ہے:۔

" وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّۃً یَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَکَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ"[56]

7. رسول کی بعثت کا مقصد "اُسکی اطاعت" ہے، ارشاد ہے:۔

"وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ"[57]

8. رسول اپنی ذمہ داری کو ادا امانت داری کے ساتھ کرتے ہیں، ارشاد ہے:۔

" اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ"[58]

کتابِ خروج کے انبیاء کی جانب منسوب صفاتِ رذیلہ کے قرآن کی روشنی میں جوابات:

1- کتابِ خروج کا کہنا ہے کہ عورت بھی نبیہ ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم اِس بات کی تردید کرتے ہوئے واضح موٴقف اختیار کیا کہ نبی صرف مرد ہو سکتے ہیں، اللہ فرماتے ہیں:۔

" وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ"[59]

2- کتابِ خروج کا نبی کے نسب میں نقص بیان کرنا درست نہیں، کیونکہ پھوپھی سے شادی کرنے کی حرمت قرآن حکیم میں واضح ہے:۔

"حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّهٰتُکُمۡ وَبَنٰتُکُمۡ وَاَخَوٰتُکُمۡ وَعَمّٰتُکُمۡ وَخٰلٰتُکُمۡ"[60]

پھوپھی سے شادی دینِ موسوی وعیسوی دونوں میں حرام تھا۔ بائبل میں مذکور ہے:۔

"تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیرے باپ کی قریبی رشتہ دار ہے"[61]

بائبل کی اِس آیت کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کتابِ خروج کا موسیٰ علیہ السلام کے نسب کا نقص بیان کرنا درست نہیں۔

3-موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ جب اللہ رب العزت نے بارِ نبوت دیا تو اُنہوں نے پس پیش کیا، بلکہ قرآن حکیم جنابِ موسیٰؑ کو اِس بے جا الزام سے مبراء قرار دیا اور بتایا کہ موسیٰؑ نے تو حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے کشادگی صدر اور کام کی آسانی کی دعا کی۔ قرآن نے اُن کی دعا کو یوں ذکر کیا:۔

" قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۔ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۔ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ "[62]

اور موسی علیہ السلام نے اپنے بھائی کو اللہ جلّ شانہ سے معاون کے طور ساتھ کرنے کی دُعا کی، ارشاد ہے:۔

" وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۔ هٰرُوْنَ اَخِي ۔ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۔ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۔ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۔ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۔ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا
بَصِيْرًا ۔ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۔ "[63]

اِن آیات سے موسیٰ علیہ السلام کا بعثت کا بار اُٹھانے کی رضامندی اور التجا ظاہر ہوتی ہے نہ کہ پس وپیش کرنا۔ موسیٰؑ نے ہارونؑ کو ساتھ کرنے کی دعا کیوں کی، اس وجہ کو قرآن مجید فرقانِ حمید یوں بیان کرتا ہے:۔

" وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ "[64]

4-جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے تو یہ کہا کہ میں رسول ہوں، خروج کے بیان میں خدائی کا تذکرہ ہے جو درست نہیں، ارشادِ ربّانی ہے:۔

" وَقَالَ مُوسَى يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ "[65]

اسی طرح جب اللہ نے موسیٰؑ سے کلام کیا اور بارِ نبوت سونپا تو یہ نہیں کہا کہ تو فرعون کا خدا ہے، بلکہ فرمایا:۔

" اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى "[66]

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اللہ کی طرف رہنمائی کی دعوت دی، ارشاد ہے:۔

" وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى "[67]

5-نبی خداوند کا مقرب اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے، مزید یہ کہ اُنکی جانب افعال خیر کی وحی ہوتی ہے، ارشاد ہے:۔

" وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ "[68]

لھٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ جسے رہنمائی دے دی گئی ہو وہ ایسے الفاظ کہے۔ دوسری وجہ اِس بات کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ کسی کو دُکھ دینا ظلم ہے اور ظالم نہیں:۔

" اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ "[69]

اگر کوئی دُکھ اور مصیبت میں ہو اُس کی وجہ وہ خود اور اُس کے اعمال بد ہوتے ہیں، ارشاد ہے:۔

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ "[70]

5-یہ الزام بھی صریح غلط ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر قتل کیا، کیونکہ قتل تو مھلکِ انسانیت عمل ہے، ارشاد ہے:۔

" مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا " 71

اللہ نے اِس قصے کو یوں بیان کیا:۔

" وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰي حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ڭ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ
شِيْعَتِهٖ عَلَي الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ڭ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۔ "[72]

قرآنِ حکیم نے "وَکَزَ" کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کا معنی مُکّا مارنا ہے 73 جو کہ آلہ قتل نہیں ہے۔ اسی اچانک صورت کو دیکھ کر اللہ سے معافی مانگنے لگے:۔

" قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ "[74]

جان بوجھ کر قتل کیا ہوتا تو یوں نہ کہتے:۔

" قَالَ رَبِّ اِنِّيۡ قَتَلۡتُ مِنۡهُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ يَّقۡتُلُوۡنِ "[75]

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قتلِ عمد نہ تھا۔

6-کتابِ خروج کی آیات سے یہ تصور اخذ ہوتا ہے کہ نبی نے شریعت کی کتاب کو توڑ کر بے حرمتی کی ہے۔ یہ اعتراض بھی لغو ہے۔اس بارے میں قرآن حکیم نے تردید کی، ارشاد ہے:۔

"وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ‌ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ رَبِّكُمۡ‌ ۚ وَاَلۡقَى الۡاَلۡوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِيۡهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيۡهِ‌ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِىۡ وَكَادُوۡا يَقۡتُلُوۡنَنِىۡ ‌ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِىَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِىۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ"[76]

اس آیت میں وضاحت ہے کہ آپؑ نے کتاب ڈال دی۔ اس "اَلۡقَی الۡاَلۡوَاحَ" کی توضیح کے بارے میں مولانا مفتی شفیعؒ لکھتے ہیں:۔

" یہاں لفظِ القاء سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غصہ کی حالت میں تورات کی تختیوں کی بے ادبی کی کہ اُن کو ڈال دیا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ الواح تورات کو بے ادبی سے ڈال دینا گناہِ عظیم ہے اور انبیاء علیہم السلام سب گناہوں سے معصوم ہیں، اس لئے مراد آیت کی یہی ہے کہ اصل مقصود حضرت ہارون علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے اپنا ہاتھ خالی کرنا تھا اور غصہ کی حالت میں جلدی سے اُن کو رکھا، جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ ڈال دیا، اِس کو قرآن کریم نے بطور تنبیہ کے ڈالنے کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔"[77]

جیسے رکھا تھا ویسے اُٹھایا۔ اس پر قرآن حکیم کا تذکرہ یوں ہے:۔

" وَلَمَّا سَكَتَ عَنۡ مُّوۡسَى الۡغَضَبُ اَخَذَ الۡاَلۡوَاحَ ‌ۖ وَفِىۡ نُسۡخَتِهَا هُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّـلَّذِيۡنَ هُمۡ لِرَبِّهِمۡ يَرۡهَبُوۡنَ "[78]

اِن آیات سے وہ تصور لغو ہو گیا کہ جنابِ موسی علیہ السلام نے الواح شریعت کو توڑ ڈالا۔

7-موسی علیہ السلام بنی اسرائیل سے ڈرتے نہیں تھے، کیونکہ موسیٰ وہارون علیہما السلام کو اللہ نے کسی سے نہ ڈرنے کا حکم دیا، ارشاد ہے:۔

" قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِىۡ مَعَكُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰى "[79]

8-انبیاء تو ہدایت یافتہ، قوم کے رہنما اور اللہ کی تابعداری کرنے والے ہوتے ہیں، اسی لئے میں بے وقوفوں والی عادات نہیں ہوتیں۔ اِنکے ہدایت یافتہ، قوم کے رہنما اور اللہ کے تابعدار ہونے کے بارے میں ارشاد ہے:۔

" وَجَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَيۡرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيۡتَآءَ الزَّكٰوةِ‌ ۚ وَكَانُوۡا لَـنَا عٰبِدِيۡنَ"[80]

دوسرے مقام پر ہے:۔

" اِنَّاۤ اَخۡلَصۡنٰهُمۡ بِخَالِصَةٍ ذِكۡرَى الدَّارِ ۔ وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ الۡاَخۡيَارِ "[81]

9-جنابِ ہارونؑ علیہ السلام پر کتابِ خروج کا اعتراض ہے کہ اُنہوں نے بچھڑے کا بت بنایا اور اُسکی عبادت کی۔ یہ ایک لغو اعتراض ہے۔اس بارے میں قرآن حکیم کا مؤقف یہ ہے کہ وہ بت سامری نے بنایا تھا نہ کہ جناب ہارونؑ نے۔ یہ بنی اسرائیل کی تھی، ارشاد ربّانی ہے:۔

"قَالُوۡا مَاۤ اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلٰـكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى السَّامِرِىُّ "[82]

اللہ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ ہارونؑ نے نہیں بلکہ سامری نے بت بنایا:۔

" قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ "[83]

باقی رہی یہ بات کہ ہارونؑ نے اُس بت کی عبادت کی۔ یہ درست نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

" وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ‌ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَاَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىۡ "[84]

معلوم ہوا کہ کتاب خروج کی آیات حقیقت میں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہے اور قرآن حکیم اِن انبیاء کی ذات پر ہونے والے اعتراضات کا مسکت جواب ہے۔ اِن انبیاء پر بنی اسرائیل کے اعتراضات کرنے کے بارے میں مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:۔

"بنی اسرائیل جن لوگوں کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں ان میں سے کسی کی سیرت کو بھی انہوں نے داغدار کیے بغیر نہیں چھوڑا ہے، اور داغ بھی ایسے سخت لگائے ہیں جو اخلاق و شریعت کی نگاہ میں بدترین جرائم شمار ہوتے ہیں، مثلاً شرک، جادو گری، زنا، جھوٹ، دغا بازی اور ایسے ہی شدید معاصی جن سے آلودہ ہونا پیغمبر تو درکنار ایک معمولی مومن اور شریف انسان کے لیے بھی شرمناک ہے۔"[85]

نصوص کا تقابلی چارٹ:

تقابلی موضوع	سفر خروج (تورات) کا بیانیہ	قرآنی محاکمہ و اسلامی موقف	کلامی و فکری نتیجہ
کیفیت وماہیتِ وحی	مادی اشکال، آگ کے شعلوں، دھوئیں اور بادل کے ستونوں میں تجلی ۔	تنزیہ و تجسیم باری تعالیٰ: وحی کے ذریعے وحی القا، پسِ حجاب کلام، یا فرشتہ	بائبل میں تجسیم و مکانیت، جبکہ قرآن میں تنزیہ مطلق ہے۔
دائرۂ وحی و مخاطب	وحی اور الہام میں ابہام؛ عمومی بشری تجربات اور غیر انبیاء پر بھی اطلاق۔	وحیِ شریعت و نبوت صرف برگزیدہ انبیاء و رسل کے ساتھ خاص اور قطعی ہے۔	اسلامی تصور میں وحیِ نبوت معصوم اور تشریعی حجت ہے۔
نسبِ نبوت	موسیٰؑ کے والد (عمرام) کا اپنی پھوپھی (یوکبد) سے نکاح کا تذکرہ ۔	انبیاء کا نسب ہر قسم کی شرعی و اخلاقی قباحت سے پاک اور طاہر ہوتا ہے۔	توراتی شریعت کے اپنے حکم کے بھی خلاف ہے۔
قبولِ بارِ رسالت	بعثت کے وقت موسیٰؑ کا بار بار انکار، پس و پیش اور جھنجھلاہٹ۔	موسیٰؑ کا انشراحِ صدر، آسانیِ کار اور معاون کے لیے رب سے دعا کرنا ۔	نبوت سے گریز نہیں بلکہ احساسِ ذمہ داری اور اخلاصِ عمل تھا۔
فرعون کے سامنے مقام	موسیٰؑ کو فرعون کے حق میں "گویا خدا" (Elohim) ٹھہرایا گیا ۔	موسیٰؑ کا واضح اعلان کہ وہ "رب العالمین کے رسول" ہیں، معبود نہیں ۔	توحیدِ خالص کا اثبات اور تجسیمی القاب کی نفی۔
قتلِ قبطی کی نوعیت	ادھر ادھر دیکھ کر دانستہ قتل کرنے اور ریت میں لاش چھپانے کا شبہ۔	غیر ارادی ضرب حادثاتی موت اور فوری استغفار۔	قتلِ عمد کی قطعی نفی؛ یہ حادثاتی و غیر مقصود فعل تھا۔
الواحِ شریعت کا معاملہ	غصے میں آکر شریعت کی تختیوں کو پٹخ دینا اور توڑ ڈالنا ۔	ہارونؑ کی گرفت کے لیے تختیاں ادب سے رکھنا اور غصہ تھمنے پر اٹھالینا ۔	شعائر اللہ اور شریعت کی توہین و بے حرمتی سے برأت۔
سامری کا بچھڑا اور شرک	ہارونؑ کا سونے کا بچھڑا بنانا، قربان گاہ تعمیر کرنا اور عید منانا۔	بت سامری نے بنایا؛ ہارونؑ نے قوم کو سختی سے شرک سے روکا اور توحید پر قائم رہے ۔	کفر و شرک سے انبیاء کی کلی اور قطعی عصمت کا اثبات۔
عورت کی نبوت	مریم (بہن موسیٰ) کے لیے باضابطہ "نبیہ" کا منصب و لقب ۔	منصبِ نبوت و رسالت صرف برگزیدہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔	تشریعی نبوت کے دائرے اور شرائط کا تعین۔

تقابلی موضوع	سفر خروج (تورات) کا بیانیہ	قرآنی محاکمہ و اسلامی موقف	کلامی و فکری نتیجہ
استشراقی اخذ کا دعویٰ	مفروضہ: قرآن نے یہ قصص گرد و پیش کے یہودی ماحول سے اخذ کیے۔	حقیقت: قرآن نے بائبلی نصوص کی تحریفات اور الزامات کی بطور (مہیمن) تنقید و اصلاح کی۔	قرآنی متن کی فکری خود مختاری اور وحیِ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حاصلِ کلام:

مذکورہ بالا تفصیلی و نصی تجزیے سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ توریت کی کتابِ خروج اور قرآنِ حکیم کے مابین وحی اور نبوت کے بنیادی تصورات میں گہرا کلامی و جوہری بُعد موجود ہے۔ کتابِ خروج جہاں تصورِ وحی کو مادی تجلیات، تجسیمی مظاہر اور مکانی تقید کی صورت میں پیش کرتی ہے اور حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کی جانب پس و پیش، بے صبری، غصے میں شریعت کی تختیوں کا توڑنا، جان بوجھ کر قتل اور بت سازی و شرک جیسے سنگین اخلاقی و اعتقادی نقائص منسوب کرتی ہے، وہیں قرآنِ حکیم نے تنزیہہِ ذاتِ باری تعالیٰ اور "عقیدۂ عصمتِ انبیاء" کا ایک نہایت متوازن، پاکیزہ اور غیر مجسم نمونہ انسانیت کے سامنے رکھا ہے۔ قرآنِ مجید نے انبیاء کو ہر قسم کی اخلاقی آلودگی اور نسیانِ شریعت سے مبرا اقرار دے کر ان کے اسوۂ حسنہ، صبر، انشراحِ صدر اور اخلاصِ عمل کو اجاگر کیا۔ یہ گہرا اور ناقابلِ مصالحت فکری تباین مستشرقین، مسیحی منصرین اور یہودی اہل علم کے اس مفروضے کو یکسر مسترد کر دیتا ہے کہ اسلام ماقبل کے یہودی و عیسائی ماحول یا تحریفی نصوص سے اخذ و استفادہ (Borrowing) کا نتیجہ ہے۔ اگر قرآنِ حکیم کا ماخذ گرد و پیش کے یہی متون ہوتے تو ان میں موجود تشبیہی و تجسیمی تصورات اور انبیاء پر وارد اخلاقی داغ قرآنی بیانات کا بھی لازمی حصہ بنتے۔ اس کے برعکس، قرآنِ حکیم کا کردار محض ایک تاریخی راوی کا نہیں بلکہ ان نصوص پر "مصدق" اور "مہیمن" کا ہے۔ اس تنقیدی تقابل سے یہ حتمی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآنِ حکیم اپنی کلامی ساخت، تصورِ وحی اور انبیائی براءت کے باب میں ایک مستقل، الٰہیاتی اور فکری خود مختاری کا حامل ہے جس کا سرچشمہ انسانی روایات اور ماحولیاتی اثرات کے بجائے کلامِ الٰہی کی ابدی حقانیت ہے۔

---

1. D. S. Margoliouth, Muhammad and the Rise of Islam (Oxford: Oxford University Press, 1923), 42.
2. Ibid, 59
3. Ibid
4. Ibid, 107
5. Ibid, 102
6. S. D. Goitein, Jews and Arabs: Their Contacts through the Ages (New York, 1955), 54.
7. P. Linden Harries, Islam in West Africa (London: Universities' Mission to Central Africa, 1954), 57.

8. ایف ایس خیر اللہ، قاموس الکتاب، (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، 2000ء)، 1062.

9. ابراہیم مطر، الأنبیاء والنبوة (بیروت: مکتبۃ المشعل الإنجیلیۃ، 1958)، 21.

10. وکلف اے سنگھ، صداقتِ بائبل، (لاہور: ایم آئی کے، 2000ء)، 26 .

11. سنگھ، 26

12. سنگھ، 26- 35

13. خروج، 4:3- 6

14. خروج، 4: 19

15. خروج، 6: 1

16. خروج، 6: 10

17. خروج، 33: 9

18. خروج،23: 20- 21

19. خروج،3: 2- 4

20. خروج،16: 10

21. خروج،33: 9

22. خروج،5:34

23. خروج،19: 9

24. خروج،15:24- 16

25. خروج، 16: 19-20

26. عماد عبد السمیع حسین، الاسلام والیھودیہ، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1425ھ-2004م)، 47.

27. القرآن،42: 51

28. خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1062

29. خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1062

30. خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1062

31. القرآن،6: 103

32. القرآن،42: 51

33. القرآن،57: 9

34. Encyclopedia of Judaism (New York: Facts On File, 2006), 406.

35 خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1017.

36 خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1017.

37 خیر اللہ، قاموس الکتاب، 1017-1019.

38 خروج،6: 20

39 خروج،3: 10- 11

40 خروج،4: 13

41 ولیم میکڈونلڈ، تفسیر الکتاب، (لاہور: ایم آئی کے، 2001ء) 1: 121

42 خروج،1:7

43 خروج،23:5

44 خروج،13:2

45 خروج،19:32

46 خروج،4:17

47 الکتاب المقدس، الخروج، 4:17،

48 المرجع السابق، الخروج، 25:15

49 خروج،4:32- 6

50 خروج،20:15- 21

51 القرآن،75:22

52 القرآن،84:6

[53] القرآن،38:46- 47

[54] القرآن،60:6

[55] القرآن،21:73

[56] القرآن،21:73

[57] القرآن، 4:64

[58] القرآن،26:107

[59] القرآن،21:7

[60] القرآن،4:23

[61] احبار،18:12

[62] القرآن،20:25- 28

[63] القرآن،20:29- 36

[64] القرآن،28: 34

[65] القرآن،7: 104

[66] القرآن،20: 12

[67] القرآن،79: 19

[68] القرآن،21:73

[69] القرآن،10:44

[70] القرآن،30:41

[71] القرآن،5:32

[72] القرآن،28:15

[73] محمد مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس من جوهر القاموس،(بیروت: دار الهدایۃ،1395ھ—1975ء)، 15: 375

[74] القرآن،28 :16

[75] القرآن،28 :33

[76] القرآن،7 :150

[77] محمد شفیع ،معارف القرآن،(کراچی: مکتبہ معارف القرآن، کراچی،1429ھ- 2008ء)، 4: 68-69

[78] القرآن،7 :154

[79] القرآن،20 :46

[80] القرآن، 21 :73

[81] القرآن،38 :46- 47

[82] القرآن،20 :87

[83] القرآن،20 :85

[84] القرآن،20 :90

[85] ابوالاعلیٰ مودودی،(لاہور: تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، س-ن)،2 :81